توہین رسالت کا پس منظر :

[وطن عزیز کی مسیحی برادری کے بعض افراد جس طرح قانون تحفظ ناموس رسالت کی مخالفت کر رہے ہیں، اور بعض مغربی تنظیمیں جس طرح ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں، اس نے تاریخی دلچسپی رکھنے والوں کو ماضی میں جھانکنے اور اس تناظر میں حال کا تجزیہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جناب سبط الحسن ضیغم کی حسبِ ذیل تحریر دعوتِ غور و فکر دیتی ہے جو مؤقر معاصر "نوائے وقت" (لاہور) سے بہ شکریہ نقل کی جا رہی ہے۔ مدیر]

بیسویں صدی ختم ہونے والی ہے جس کے بارے میں ہم وہم کا شکار ہیں کہ انسان ذہنی طور پر اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ اب اس کے لیے مثبت اقدار ہی سب کچھ ہیں، کیونکہ فکری طور پر ابن آدم بالغ ہو چکا ہے اور ایسی بلوغت کی سطح پر فائز ہے، جہاں منفی اقدار دم توڑ جاتی ہیں، مگر معلوم ہوتا ہے۔ "بھوں چھوں ویکھیا، کھوتی بوڑھ بیٹھاں" [گھوم پھر کر دیکھ لیا، مگر بیوقوف وہیں کا وہیں ہے۔] اگر کوئی فرد یا افراد کا گروہ یہ مطالبہ کرے گا کہ اسے ہر فرد، ہر معزز، ہر بزرگ، ہر نبی اور ہر پیغمبر خاص طور پر سرور کائناتؐ کی توہین کرنے، انہیں گالی دینے کا حق دیا جائے تو اس سے خود مطالبہ کرنے والے کی ذہنی سطح کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ ایسے مطالبات وہی کر سکتے ہیں جن کی ذہنی سطح کسی ایسے ہیجانی مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں اسے ذہنی امراض کے ڈاکٹروں کے پاس لے جانا ضروری ہو جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ پادری صاحب جنہوں نے گزشتہ دنوں مبینہ طور پر خودکشی کی، وہ حقیقت کے کس حد تک مطابق ہے یا نہیں، لیکن ایسا فرد اگر اس لیے خودکشی کا مرتکب ہوتا ہے کہ کسی ایسے فرد کو سزا دی گئی جس نے حضور پاکؐ کی توہین کی یا گالی دی تو پھر اس معاملہ کو اور نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی فرد کسی عام شخص کی بھی توہین کرنے، اسے گالی دینے کا حق مانگتا ہے، تو کوئی سماج بھی اسے یہ حق نہیں دے گا، اور نہ ہی اس کے اس مطالبہ کی تائید کرے گا اور جسے گالی سے نوازنے یا جس کی توہین کرنے کے حق کی مانگ کی جا رہی ہے، وہ کسی کا باپ ہو، کردار میں کوتاہ قد ہو، اس کے باوجود اس مطالبہ کرنے والے کی کوئی تائید و حمایت نہیں کرے گا، اور اگر جس کی توہین کی جا رہی ہو اور گالی کا حق دار بنایا جا رہا ہو، وہ کوئی بزرگ، کوئی درویش، کوئی روحانی رہنما ہو یہاں تک کہ آخری پیغمبر کی ذات ہو تو بات برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ مطالبہ اس عظیم ترین معلم اخلاق کی ذات کے بارے میں کیا جا رہا ہے، جو اس بات کے مدعی ہیں کہ کسی کے جھوٹے خدا کو بھی

گالی نہ دی جائے، کیونکہ وہ رد عمل اور غصہ میں آپ کے سچے خدا کو گالیاں بکنے نہ لگ جائے۔ یہ مطالبہ افسوسناک بھی ہے اور شرمناک بھی، ہاں! دیکھنے کی بات یہ ہے، جسے اس بات کا ملزم قرار دیا جا رہا ہو، واقعی وہ اس جرم کا مرتکب ہوا ہے یا کسی سازش، ذاتی دشمنی کے تحت اسے کٹہرے میں لا کھڑا کیا گیا ہے۔ وہاں کسی ایسے قانون کا ہونا ضروری ہے، اس کا عملی اظہار بھی ہونا چاہیے، — تاکہ انصاف ہوتا دکھائی دے کہ جھوٹا الزام لگانے والے کو بھی وہی سزا ملنا چاہیے جو متعلقہ دفعہ میں توہین رسالت کے مرتکب کے لیے درج ہے۔ ذاتی دشمنی کے طور پر ایسا کرنے والا خود بدکردار شخصیت کا حامل ہے اور اسے اس کی بدترین سزا دینا انتہائی ضروری ہے ورنہ "ہلاکا ہلاکا" نعرہ لگا کر کسی کو ہلاک کرنا آسان سی بات ہے۔

اس ساری تمہید کے بعد ہمیں اس پس منظر کے اندر جھانکنا چاہیے کہ اس دال میں کالا کیا ہے اور پوری عیسائی دنیا اور یورپ کی قائم کردہ این جی اوز اور ان کے پروردگان اور سلے پالک، ان کے سرپرست اس میدان میں ہاہاکار کیوں مچا رہے ہیں اور ان کے ایجنڈا میں توہین رسالت کو اولیت کیوں دی جا رہی ہے۔ یورپی تہذیب کا کھوکھلا پن اب اس سماج کو مکمل تباہی کے دہانے پر لے جا چکا ہے جو انہوں نے عیسائیت کے نام پر قائم کر رکھا ہے، عیسائیت کی توہین ہے، کیونکہ جو کچھ یورپ میں عیسائیت کے نام پر کیا جا رہا ہے، وہ عیسائیت دین عیسیٰ سے قطعی طور پر الٹ ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام وہاں امن و امان، عائلی برابری، ذہنی سکون کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ نئی نسل اور خاص طور پر نوجوان تعلیم یافتہ خواتین میں یہ اپیل دن بدن بڑھ رہی ہے۔ جنسی مزاج اور فواحش و منکرات کی کوئی دعوت بھی انہیں یورپی سماج کی مکروہات کی جانب راغب نہیں کر پا رہی، کیونکہ اس کی تباہی و بربادی نے نہ خاندان رہنے دیا نہ سماج۔ سب کچھ اس جنسی انارکی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔

یورپ کا قدیم ایجنڈا ہے کہ عیسائیت کے فروغ سے یورپی سامراج کی حدود میں اضافہ کیا جائے۔ نوآبادیاتی عہد میں جب ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ، شمال و مشرق پر یورپی سامراجی قابض تھے تو اس سے بھی پہلے ہراول کے طور پر مبلغین وہاں پہنچتے۔ مقامی آبادی کو غلام بناتے، فروخت کرتے، اپنی دھرتی سے محروم کرتے اور اسے خدائی فلسفہ قرار دیتے، لیکن اس وقت بھی ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام تھا، کیونکہ ترقی پسند اور مثبت قوتوں کا امین ہونے کی وجہ سے اسلام دنیا بھر میں لوگوں کو جو دیتا ہے وہ نہ یورپی تمدن دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کا بے مینہ مذہب۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ان کی حکمت عملی وضع کرنے والوں نے مدتوں پہلے فیصلہ کیا کہ اسلام کی رکاوٹ دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی ذات میں توہین آمیز پہلو وضع کر کے آپ کی ذات کا کاسہ بنا کر اسے چھوٹا کر دیا جائے اور نابالغ اور نوجوان نسل میں ایسی غلط باتوں کی تشہیر کر کے اسے

فروغ دیا جائے اور یہ سلسلہ عرصے سے جاری ہے۔

متحدہ ہندوستان میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی باقاعدہ حکمران بن گئی اور ہر صوبہ میں اسے تمام چھوٹے بڑے حکمران تعینات کرنے کا حق مل گیا تو اس زمانہ میں ریورنڈ فانڈر ڈی-ڈی ہندوستان میں پہنچا اور انگریز افسروں اور پادریوں کو اس طرف راغب کیا کہ اگر ہندوستان پر قبضہ کو دوام بخشنا ہے تو عیسائیت کو فروغ دیا جائے۔ اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی اسلام پر یلغار کی جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہندوستانی زبان میں ایسی کتابیں لکھوائی جائیں جن میں حضور پاکؐ کی سیرت کے بارے میں توہین آمیز مواد اکٹھا ہو۔ سر ولیم میور نے جو اس وقت یو-پی کا گورنر تھا "حیات محمدؐ" اسی مقصد کے لیے لکھی۔ جس کے رد میں سر سید احمد خان مرحوم نے لندن کا سفر اختیار کر کے وہاں کی لائبریریوں سے استفادہ کیا اور ۷۰-۱۸۶۹ء میں ۱۲ مقالات لکھے اور ان کا انگریزی ترجمہ دی لائف آف پرافٹ محمدؐ کے نام سے کروا کر طبع کیا۔ سترہ سال بعد ۱۸۸۷ء میں یہی مقالات "الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ" کے نام سے طبع ہوئے۔ اسی عہد میں رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی نے "سپرٹ آف اسلام" کے نام سے کتاب رقم کی، اور "نوٹس آن ہسٹری آف سیرۃ" بھی لکھی جو یورپی حملہ کا مدلل اور صحیح جواب تھا۔ انگریز کی ترغیب اور ہلا شیری پر سوامی دیانند سرسوتی نے "ستیارتھ پرکاش" ایسی کتاب بدنام زمانہ کتاب لکھی جس میں اسلام، عیسائیت اور سکھ دھرم اور اس کے رہنماؤں کے خلاف زہریلا مواد تخلیق کیا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولوی چراغ علی، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ان کے جواب لکھے مگر آزادی کی تحریک میں شدت نے اس فرنگی محاذ کو کمزور کر دیا، مگر پادری ڈٹے رہے۔

نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد جب دنیا کے نقشہ پر ۵۴ کے قریب مسلمان ممالک سامنے آئے اور احیائے اسلام کی تحریکوں نے زور پکڑا تو یورپ نے امریکہ کی قیادت میں مسلم دشمنی کا محاذ کھڑا کیا۔ جو ملک امریکی قرضوں سے دین کو مقروض کرتا، اسے یہ بھی اقرار کرنا پڑتا کہ وہ عیسائیت کے فروغ میں معاونت کرے گا۔ پی-ایل-۴۸۰ کے تحت معاہدہ کے مطابق فنڈ کے خاصے بڑے حصہ کو ان تبلیغی اداروں کی مالی سرپرستی [کے لیے استعمال کرنے کے] حق کو بھی تسلیم کیا گیا، اور یہ شدت قوتیں بھی اسی فنڈ سے متمتع ہوئیں۔ پاکستان میں تو عیسائی مشنری اداروں کا ترا سمیر اگا کر تبلیغ کرنے کا حق بھی تسلیم کر لیا گیا۔ جس میں تبلیغ کے نام پر توہین اسلام و رسالتؐ ہر روز کی جاتی۔ اس محاذ پر سلمان رشدی کی کتاب اس لیے طبع کی گئی کہ مسلمانوں کی مذہبی سطح، اسلام دوستی اور عشق محمدؐ کو ماپا جا سکے۔ ابتدا میں تو مسلم دنیا نے نوٹس لے لیا۔ مگر امام خمینی مرحوم کے فتویٰ نے کیفیتی تبدیلی پیدا کر دی اور اس طرح یہ سلسلہ رک گیا، مگر عارضی طور پر۔ پاکستان میں مذہب تبدیل

کرنے کی سزا موت ہے۔ عیسائیت کی ہر سال طبع ہونے والی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ہر سال مسلمان مذہب تبدیل کر کے عیسائی مذہب قبول کرنے والے موجود ہیں اور وہ بھی بھاری تعداد میں، مگر آج تک اسلام ترک کر کے عیسائی ہونے پر نہ کسی کو مرتد قرار دیا گیا اور نہ ہی کسی کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیا گیا۔ جس کا مطلب صرف اور صرف رواداری ہی ہے، لیکن احیاء اسلام کی تحریک میں جس قدر تیزی آتی جا رہی ہے، مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف توہین آمیز تقریریں کرنے اور کتابیں چھاپنے کی کھلی چھٹی ہونا چاہیے جو سراسر غیر انسانی مطالبہ ہے۔ مطالبہ تو یہ ہونا چاہیے کہ سزا صرف اور صرف اس فعل کے مرتکب کو ملنا چاہیے۔ جھوٹی گواہی دینے والوں کو سزا ملنا ضروری ہے جو اس کے مرتکب کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ صیہونی ریاست میں ایسے کئی قوانین ہیں جو قطعی طور پر غیر انسانی ہیں۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں نے انہیں تبدیل کرنے کا مطالبہ تو نہیں کیا، الٹی لے کر مسلم دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ کوتاہ فکر مبلغ یہی خیال کرتا ہے کہ مذہب گالی گلوچ کے خلاف جھوٹی روایات سے فائدہ اٹھا کر ہی تبدیل کرایا جا سکتا ہے۔ اس کی بہر طور مذمت ہونی چاہیے، یہی راست فکری ہے۔

:دس اقلیتی جماعتیں "کرسچن لبریشن فرنٹ" میں ضم ہو گئیں۔

اقلیتوں کی دس جماعتوں نے لاہور میں ۱۹ جولائی ۱۹۹۸ء کو "کرسچن لبریشن فرنٹ" میں ضم ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قائدین نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اقلیتی ارکان نے قانون توہین رسالت کی دفعات ۲۹۵۔ب اور ج کی مخالفت میں اسمبلیوں کی نشستوں سے استعفاء کا مطالبہ نہ مانا تو ان سے زبردستی استعفے لیے جائیں گے۔

"کرسچن لبریشن فرنٹ" کا اجلاس فرنٹ کے صدر شہباز بھٹی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جن پارٹیوں نے فرنٹ میں انضمام کا فیصلہ کیا، ان کے نام یہ ہیں:

- ☆ یونائیٹڈ منارٹی کونسل (سرحد)
- ☆ پاکستان مسیحی انقلابی موومنٹ (بلوچستان)
- ☆ پاکستان ہندو سکھ ایسوسی ایشن (سندھ)
- ☆ مسیحی عوامی پارٹی (پنجاب)
- ☆ ہندو شیڈولڈ کاسٹ انقلابی تحریک
- ☆ کرسچن پروگریسو پارٹی